میزانِ زیست

سید منظور حسین گیلانی

جمہوری پبلیکیشنز

14

Independent & Progressive Books

• نام کتاب: میزانِ زیست • مصنف: سید منظور حسین گیلانی
• سرورق: • اشاعت: 2017ء
• ناشر: جمہوری پبلیکیشنز لاہور • جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

ISBN:978-969-652-000-0

قیمت -/000 روپے

درج بالا قیمت صرف اندرونِ پاکستان

1

اہتمام: فرخ سہیل گوئندی

اس کتاب کے کسی بھی حصے کی کسی شکل میں دوبارہ اشاعت کی اجازت نہیں ہے۔ باقاعدہ قانونی معاہدے کے تحت جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں۔

Follow us on

JUMHOORI PUBLICATIONS
2 Aiwan-e-Tijarat Road, Lahore-Pakistan.
Tel # 042-36314140 042-36283098
E-mail: info@jumhooripublications.com
www.jumhooripublications.com

انتساب

اپنے نانا پیر حسام الدین (مرحوم)

اور وادیٔ کشمیر کے طول و عرض میں آباد،

اپنے ننھیال کے ہر فرد کے نام،

جن کی پرورش اور محبت نے، ہمیشہ مجھے اپنے حصار میں رکھا۔

6

5

14

3

فہرست

1	مقدمہ	21
	باب1 خاندانی پس منظر	
1	میرا آبائی وطن	29
2	پیدائش اور بچپن	31
3	میرا خاندانی پس منظر	32
4	میرے بچے	36
	باب2 بچپن اور ابتدائی تعلیم	
	بچپن کی چند یادیں	40
1	ابتدائی تعلیم کا آغاز	44
2	دینی تعلیم	45
3	قرآنی آیات	45
4	بچپن کے مشاغل	47

5	سکول، کالج اور شرارتیں	52
6	بانڈی پورہ	55
7	میٹرک کا امتحان، عبدالغنی حسینی اور رتن لعل	56
8	موئے مقدس کا واقعہ	59
9	بڑی محفلوں میں شرکت	60
10	سکول بلڈنگ	61
11	ریڈیو	62
12	تھرڈ ڈویژن	63
	باب3 کالج کا زمانہ	
1	کالج، سادھو صاحب اور اُرمیلا	64
2	فارسی کی کلاس اور پروفیسر بٹ	66
3	پروفیسر سوز اور فہمیدہ	67
4	رسل ورسائل کرناہ براستہ نستہ چھسنہ گلی	67
5	موت کا رقص	69
6	ٹیٹوال کا کتا	72
7	ٹیلر ماسٹر صفدر	73
8	این سی سی اور کرنل ہرنام سنگھ	74
9	بڈگام کیمپ اور آپریشن جبرالٹر	76
10	1965 کی جنگ	79
11	گرفتاری، شام جی اور پوشکر ناتھ کول	79

12	فوجی تشدد اور رحم دلی	81
13	جنگ اور روزگار بذریعہ بیگار	84
14	مسلمہ جذبہ	86
15	جنگ بندی کے بعد	87
16	سی آر پی میں بھرتی	88
17	کالج کے پروفیسر اور طالب علم	89
18	شیری پروجیکٹ	93
	باب4 یونیورسٹی کا زمانہ	
1	علی گڑھ میں تعلیم	96
2	تعارفی تقریب	98
3	اندر سنگھ	99
4	پروفیسر محمد غوث	100
5	پروفیسر ریکھی اور پروفیسر عابدی	102
6	مولانا آزاد لائبریری	103
7	خان عبدالغفار خان علی گڑھ میں	105
8	رباط کانفرنس اور پاکستان	105
9	ہاسٹل کا ڈسپلن	106
10	ہم عصر طلبا اور ترانہ	108
11	علی گڑھ، ایک چھوٹا سا ترانہ	110
12	ٹی وی، پیرزادہ اور بھٹو	111

14

13	نیرنگیاں	112
14	علی گڑھ سے فراغت کا ڈنر	114
15	علی گڑھ ۔۔۔سنہری دور	114
	باب5 وکالت اور عملی زندگی	
1	وکالت کی ابتدا	116
2	پہلا مقدمہ	117
3	سیاسی زندگی کی شروعات	121
4	نئی زندگی کی ابتدا	123
5	شادی اور سرکاری نوکری	125
6	سانحۂ مشرقی پاکستان	126
7	1972 کے الیکشن	127
8	سقوطِ ڈھاکہ۔ڈیفنس آف انڈیا رولز اور عبدالغنی لون	130
9	CCM(Civil Court Manual) حلف	135
10	مقامی عدالتیں۔بارڈر کراس کیس اور انسانی رویے	137
11	کشمیر میں میری سیاسی سرگرمیاں	141
	باب6 گھر سے گھر تک (مقبوضہ کشمیر سے آزاد کشمیر)	
1	نانا، پیر حسام الدین کی رحلت اور پاسپورٹ	147
2	دہلی میں پاکستانی ویزا	149
3	پاکستانی سفر کی تیاری	151

4	امرتسر سے لاہور	152
5	پہلا پڑاؤ۔لاہور	154
6	بیوی کی بے نقابی	155
7	گولڑہ شریف میں قیام	156
8	سلطان مظفر کی نگری	157
9	فرسٹریشن	159
	باب7 آزاد کشمیر میں عملی زندگی	
1	آزاد کشمیر میں میرا پہلا مقدمہ	162
2	چیف جسٹس محمد یوسف صراف اور وکالت کی ابتداء	165
3	آزاد کشمیر میں فوجی حکومت اور چیف جسٹس صراف کا ٹرائل	171
4	آزاد کشمیر میں حکومت کی تبدیلی اور انتقامی کارروائی	174
5	سیاسی سرگرمیاں۔۔۔چیئرمین زکوۃ کمیٹی	176
6	حیات خان کی لیڈرشپ	179
7	مسلم کانفرنس میں شمولیت	179
8	میونسپل اور ضلع کونسل کے چیئرمین شپ	181
9	سردار عبدالقیوم خان، الحاق پاکستان، الیکشن 1985 اور حکومت	182
10	میاں غلام رسول بنام گل خنداں	184
11	وزارتِ عظمیٰ کی کشمکش	185
12	سکندر حیات وزیراعظم	187
13	بطور ایڈووکیٹ جنرل	191

14	1985 کی مسلم کانفرنس کی حکومت میں اعلیٰ عدلیہ	196
15	الیکشن 1990	199
16	ممتاز حسین راٹھور وزیراعظم، سردار محمد عبدالقیوم خان صدر منتخب	201
17	کشمیری حریت پسندوں کی آمد	202
18	وسط مدتی الیکشن، ممتاز حسین راٹھور کی برطرفی، سردار صاحب کا وزیر اعظم اور میرا جج بننا	204
19	سردار عبدالقیوم خان بحیثیت صدر و وزیراعظم	206
20	عتیق کمیشن	208
	باب8 جوڈیشل سروس (ہائی کورٹ)	
1	بحیثیت جج ہائی کورٹ 1991 تا 2001	212
2	سازشوں کا جال	215
3	رٹ پٹیشنز	216
4	ہائی کورٹ کے انتظامی اختیارات حکومت سے واپس لینے پر ٹکراؤ	219
5	سپریم جوڈیشل کونسل میں ریفرنس	223
6	نئی قانونی روایات اور مقدمات	229
7	دو سنسنی خیز مقدمات	230
8	بطور وائس چانسلر	236
9	احتساب کمیشن اور احتساب	243
10	ہائی کورٹ کے ججز، چیف جسٹسز اور چند حقائق	245
11	23 لاکھ رشوت کا الزام	249

12	کورکمانڈر اور مری کے جنرل سے ملاقات	251
13	بطور چیف جسٹس چند اصلاحات	252
14	تحصیل اور ضلع قاضی	256
15	ہائی کورٹ میں ججوں کی تقرری	257
16	وزیراعظم سکندر حیات کی بیان بازی	258
17	زبیر بٹ اور جعلی کورکمانڈر	261
18	کرنل سے ملاقات کاٹی اے بل	262
19	بلڈنگز میں توسیع	263
20	پاکستانی عدلیہ سے وابستگی	263
21	سول کورٹس کا قیام	264
22	جج کے فکری چھاپے	264
	باب9 عوامی اہمیت کے چند فیصلے	
1	الحاق پاکستان اور الیکشن	266
2	آزادکشمیر کی حیثیت۔۔۔صوبہ؟	267
3	آزادکشمیر پاکستان کا حصہ	268
4	آزادکشمیر پاکستان کا حصہ یا کالونی	269
5	پش بیک اور ریاستی باشندوں کا استحقاق	270
6	بے گھر اور کیمپوں میں بسنے والے مہاجرین کا احساس وطنیت	273
7	کوٹہ سسٹم سے متعلق فیصلہ	274

14

8	شریعت کورٹ کے خلاف فیصلہ	275
9	سروس اپیل کی پابندی	276
10	توہین عدالت کا قانون	276
11	پبلک سروس کمیشن	277
12	اسمبلی ممبر کے لیے تعلیمی قید	277
13	پراسیکیوٹر کی ڈی ایف تقرری	277
14	گریڈ1 میں وزیراعظم کی مداخلت	278
15	چیف سیکریٹری پر یومیہ جرمانہ	278
16	موبائل پی سی اوز	278
17	فوج سے زمین کا معاوضہ	279
	باب10 جوڈیشل سروس (سپریم کورٹ)	
1	تقرری بطور جج سپریم کورٹ	280
2	جنرل مشرف کی کشمیر لیگل کمیٹی	283
3	اکتوبر 2005ء کا زلزلہ	286
4	جیوڈیشل کرائسز کا عروج	294
5	ہائی کورٹ میں قائم مقام چیف جسٹس	299
6	رخصت کی منسوخی اور جوائننگ	299
7	سپریم کورٹ میں دلچسپ واقعات	302
8	سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ میں ججوں کی تقرری	308
9	چیف جسٹس پاکستان افتخار محمد چوہدری کے خلاف ریفرنس	310

10	وزیراعظم پاکستان سید یوسف رضا گیلانی سے ملاقات	311
11	سپریم کورٹ پاکستان میں پٹیشن	313
12	وزیراعظم آزادکشمیر سردار عتیق احمد خان، عدم اعتماد کی تحریک کی زد میں	318
13	ریاض اختر کے خلاف ریفرنس اور ہمارے استعفے	319
14	ریاض اختر کے خلاف ریفرنس کیوں ہوا؟	324
15	بطور قائم مقام چیف جسٹس سپریم کورٹ، ریفرنس کی سماعت	325
16	ڈی جی آئی ایس آئی اور فاروق حیدر	331
17	میرے استعفیٰ کی وجوہات	334
18	پنشن	335
19	ججوں کے طرزِ عمل میں دباؤ یا سفارش	337
20	استعفوں کی کہانی	339
	باب 11 ریٹائرمنٹ کے بعد سیاسی اور سماجی سرگرمیاں	
1	آزادکشمیر کی سیاسی زبوں حالی	346
2	اے آر جے کے:(ARJK)	357
3	ARJK کے پلیٹ فارم سے آزاد کسمیر اور گلگت بلتستان کے لیے جدو جہد	358
4	آزادکشمیر کے لیے سپریم کورٹ آف پاکستان میں پٹیشن	361
5	آزادکشمیر میں سیاست	364
6	مسلم لیگ (ن) میں شمولیت	368
7	میاں محمد نواز شریف مظفرآباد میں اور مسلم لیگ کا باضابطہ قیام	369

14

	باب 12 شخصیات، حصہ اوّل (مقبوضہ کشمیر)	
1	پیر حسام دین دیوانی	377
2	قاضی اور خواجہ خاندان موہن سنگھ اور ایندر سنگھ	379
3	پروفیسر عبدالغنی بٹ	381
4	پروفیسر سیف الدین سوز	382
5	سید مبارک شاہ ایڈووکیٹ	383
6	سید علی گیلانی	385
7	شیخ محمد عبداللہ مرحوم	390
8	عبدالغنی لون	397
9	ایس کے سہنا	400
10	مفتی محمد سعید	402
	حصہ دوم، شخصیات، (آزادکشمیر/ پاکستان)	
1	سردار محمد عبدالقیوم خان	407
2	سردار محمد ابراہیم خان مرحوم	471
3	خورشید حسن خورشید	421
4	جنرل محمد حیات خان مرحوم	423
5	سردار سکندر حیات خان	427
6	سردار سکندر اور الیکشن 1990	430
7	سردار سکندر اور الیکشن 2001	430
8	ممتاز حسین راٹھور	433

9	بیرسٹر سلطان محمد	437
10	راجہ فاروق حیدر	439
11	سردار عتیق احمد خان	441
12	خالد ابراہیم خان	443
13	سردار عبدالرشید ترابی	444
14	جنرل اشفاق پرویز کیانی اور جنرل مشرف	445
15	امان اللہ خان اور راجہ مظفر خان	451
	باب 13 سفر وسیاحت	
1	سفر کشمیر	454
2	1984 لاہور، دہلی، سرینگر پہلا سفر	455
3	2004 کا سفر	458
4	2005-2015 کا بس کا سفر بذریعہ کمان اور، ٹیٹوال پل	461
5	شیڈول کاسٹ/شیڈول ٹرائب	466
6	دسمبر 2012 کا سفر وجموں کانفرنس	468
7	حج اور عمرہ کا سفر، مشاہدہ	469
8	برطانیہ کا سفر	475
9	برطانیہ میں مقیم کشمیری	477
10	برطانیہ اور یورپ کے بارے میں مشاہدات	478
11	امریکہ اور کینیڈا کا سفر 1999	481
12	پاکستان۔ یوکے۔ جوڈیشل کانفرنس	486

14

13	امریکہ کا دوسرا سفر اور مشاہدات 2017	490
14	ریٹائرمنٹ کے بعد کا سفر	496
15	سفر ایران، سلیمان فارسی کے دیس میں	500
16	سفر وسیلہ ظفر	505
17	سال 2015 کشمیر، امریکہ، کینیڈا کے سفر	508
18	امریکہ	510
19	کینیڈا	510
20	وینکور اور برٹش کولمبیا کی سیر	512
21	نیو یارک	516
22	چڑھتے سورج کی سرزمین	517
23	جہانِ حیرت استنبول	519
224	سری لنکا اور متحدہ عرب امارات کے سفر	521
225	آذربائیجان اور ازبکستان کا سفر	524
26	ازبکستان	529
27	برصغیر کے تاریخی مقامات جو میں نے دیکھے	536
	باب 14 کشمیریات (حصہ اوّل، معلومات)	
1	ڈوگرہ راج کے خاتمہ کے بعد ریاست	538
2	آزاد کشمیر اور گلگت بلتستان کا نظم ونسق	542
3	ہندوستانی زیر انتظام جموں وکشمیر	548
4	مقبوضہ کشمیر میں 1990 کی مصلح جہد وجہد اور آزاد کشمیر	552

5	کشمیری مہاجرین کی آبادکاری اور حریت کانفرنس	558
6	عسکریت اور کشمیری پنڈتوں کا انخلا	562
7	سمندر پار آباد کشمیری باشندے	572
8	ریاستی باشندگان کی خصوصیات	580
9	وادیٔ کشمیر	580
10	جموں	582
	لداخ	583
11	آزاد کشمیر	585
12	مظفرآباد	586
13	میرپور ڈویژن	588
14	پونچھ ڈویژن راولاکوٹ باغ اور سدھنوتی	589
15	گلگت بلتستان	591
	کشمیریات (حصہ دوم، سیاسیات)	
1	آزاد کشمیر میں حکومتوں کی تشکیل و تحلیل	594
2	1985ء۔2016ء کے اسمبلی الیکشن	603
3	گلگت بلتستان میں حکومتوں کی تشکیل و تحلیل	624
	کشمیریات (حصہ سوم، ہندوستانی مقبوضہ کشمیر)	
1	ہندوستانی کشمیر میں حکومتوں کی تشکیل و تحلیل	629
2	کشمیر میں 1987 کے الیکشن اور عسکریت	639

14

	حصہ چہارم کشمیر سے متعلق مفاہمتی عمل	
	کشمیر سے متعلق ہند پاکستان مفاہمتی عمل اور بین الاقوامی معاہدے	647
	باب15 متفرقات	
1	آزاد کشمیر میں غیر ریاستی جماعتیں۔۔۔سود وزیاں	672
2	پاکستانی سیاست، قومی مفاد کے تناظر میں	677
3	سینٹ کے ٹکٹ سے اسلامی نظریاتی کونسل کی ممبرشپ تک	687
4	موازنہ	692
5	تجربات (حاصل زندگی)	700
	اشاریہ	707

مقدمہ

قومی تاریخ دراصل کسی قوم کے ذمہ دار اور باشعور لوگوں کے حافظے کی داستان ہوتی ہے جو نہ صرف گزرے ہوئے واقعات اور حالات کا احاطہ کرتی ہے بلکہ اس زمانے کی کوتاہیوں اور اچھائیوں کے باعث اٹھائے جانے والے برے اور اچھے اقدامات کے مثبت اور منفی اثرات کی روشنی میں آنے والی نسلوں کو رہنمائی بھی فراہم کرتی ہے۔ تاریخ خواہ رسمی ہو یا اپنے زمانے کے ذمہ دار لوگوں کی سوانح حیات یا خودنوشت، اس عہد کو سمجھنے کے لیے مستقبل کے معماروں اور مفکرین کے لیے سند کی حیثیت رکھتی ہے اور یہی قومی تاریخ یا تاریخ کا حصہ ہوتی ہے۔

میری زندگی کسی ایسی فلمی کہانی کی مانند ہے جس میں کوئی بچہ اپنے والدین سے شیر خواری میں بچھڑ گیا ہو، اس کی پرورش کسی دوسرے ملک میں اس کی نانی، نانا، خالہ، ماموں کے ہاتھوں اس طرح ہوئی ہو اور جو پندرہ سال کی عمر تک اس بات سے نابلد رہا ہو کہ اس کی پرورش کرنے والے اس کے ماں باپ نہیں، نہ ہی انہوں نے ایسا محسوس ہونے دیا ہو اور نہ ہی اس بات کا ادراک ہو۔ اس کے ماں باپ اسی علاقے کے دوسرے حصے میں حیات ہوں جس کو کشمیر میں پاکستان اور پاکستان میں آزاد کشمیر کہتے ہیں۔ لیکن جس وقت اسے اس حقیقت کا پتا چلے تو وہ اپنے مربیوں میں اتنا رچ بس گیا ہو اور ان کے پیار کا غلبہ اتنا حاوی ہو گیا ہو کہ یہ تصور بھی نہ ہو سکے کہ یہ سب کچھ حقیقت ہے!

مجھے تو یہ تجربات کسی داستان کے مہم جو کردار کی رُوداد کی طرح ہی لگتے ہیں جن کی سنسنی کی

لفظی تصویر کشی سہل نہیں۔ درحقیقت مجھ میں اس جذباتی کیفیت کو بیان کرنے کا یارا بھی نہیں۔ میری پرورش ننھیالیوں کے درمیان ہوئی۔ زندگی کے اکتیس سال وادی کے مختلف حصوں میں پھیلے رشتے داروں، ہندو، سکھ اور مسلمان دوستوں اور ہم جماعتوں کے درمیان گزرے۔ اس علاقے میں ان لوگوں کے درمیان بچپن سے لڑکپن اور لڑکپن سے جوانی کی منازل طے ہوئیں۔ پھر وقت نے ایسا پلٹا کھایا کہ کشمیر کے دوسرے حصے میں حقیقی لیکن اجنبی ماں باپ کے پاس پہنچ گیا جہاں زندگی کا اگلا پُرآشوب، پُروقار مگر تلخ وشیریں وقت گزر رہا ہے۔

دل بھی کیا نیا ملک بنا ہے جس میں
قافلے درد کے دن رات چلتے ہیں

میں اپنی اخلاقی اور ملّی ذمہ داری سمجھ کر یہ خودنوشت پیش کر رہا ہوں۔ زندگی کے کچھ حصے مطلقاً ذاتی ہوتے ہیں جن کے ساتھ کسی کا نفع نقصان وابستہ ہوتا ہے اور نہ ہی یہ عوامی زندگی یا عوامی رائے یا نظام کو متاثر کرتے ہیں۔ ان کا احاطہ کرنا یا ضبطِ تحریر میں لانا نجی زندگی پر حملہ ہے۔ لیکن زندگی کے ایسے حالات جن سے معاشرہ، ادارے یا نظام متاثر ہوتا ہو، ان کے عوامل سے آگہی قوم کا حق ہے۔ میں نے سنِ شعور سے ہی کشمیر کے دونوں حصوں میں بھرپور کردار ادا کرتے ہوئے نہ صرف خود سیکھا ہے بلکہ لوگوں کے لیے مثالیں قائم کی ہیں۔ ان کے حقوق کے لیے لڑتے ہوئے انصاف مہیا کیا اور کروایا ہے۔ اس خودنوشت میں صرف ان عوامی ذمہ داریوں کا احاطہ کیا گیا ہے جن کی ادائیگی کی وجہ سے میری اور عام لوگوں کی زندگی متاثر ہوئی ہے۔

مقبوضہ کشمیر میں گزرے ایام کے دوران روزانہ کے واقعات وتجربات کو ڈائری میں رقم کرنا میرا معمول تھا۔ دورانِ ہجرت وہ ڈائریاں وہیں رہ گئیں۔ آزاد کشمیر ہجرت کے بعد ڈائری لکھنے کا معمول تو باقی نہ رہا لیکن ہجرت کے بعد خصوصاً اعلیٰ سرکاری عہدوں پر تعیناتی کے دوران کے تمام واقعات کی تحریری یادداشتیں محفوظ رکھنے کو معمول بنا لیا۔ شومئ قسمت کہ 2005ء کے تباہ کن اور ہولناک زلزلے میں یہ تحریری یادداشتیں ضائع ہو گئیں۔ اس لیے اس سرگزشت کو قلمبند کرنے کے لیے نہ صرف حافظہ کا سہارا لیا، بلکہ کشمیر اور آزاد کشمیر میں موجود احباب سے تصدیق بھی کروائی۔ ممکن ہے سال اور تاریخ لکھنے میں غلطی ہوئی ہو لیکن واقعات کے حقائق میں کوئی غلطی اور ابہام نہیں ہے۔

اس سرگزشت کو لکھنے کا آغاز 2010 میں ریٹائرمنٹ کے بعد کیا۔لیکن بیرون ملک سفر کی وجہ سے اس تسلسل میں رکاوٹ پیدا ہوگئی۔ میں نے کوشش کی ہے کتاب کے شائع ہونے تک کے کشمیر کے دونوں حصوں کے واقعات کو شامل کردوں تا کہ اس کے بعد کوئی اور اس تسلسل کو بحال رکھے۔

میں نہ تو کوئی قومی لیڈر ہوں اور نہ ہی میں نے کوئی ایسے کام کیے جس سے قوم اور ملک کی تقدیر بدلی ہولیکن اللہ نے مجھے سن شعور میں ہندوستان اور ہندوستانی کشمیر میں پلنے، پڑھنے، سیاست اور وکالت کرنے کا موقع عطا کیا۔لوگوں سے ملنے، سمجھنے، سسٹم کو پڑھنے اور سمجھنے کا بھرپور موقع دیا جو پاکستان اور آزاد کشمیر میں میرے ہم عصروں میں سے کسی کو حاصل نہیں رہا۔ چوہدری اعتزاز احسن، سردار عبدالقیوم خان (مرحوم)، انعام الحق (وزیر خارجہ)، سید بشیر حسین جعفری (مرحوم) کے علاوہ مقبوضہ کشمیر سے جناب سید علی گیلانی، پروفیسر سیف الدین سوز، علی محمد وٹالی صاحب، پروفیسر عبدالغنی بٹ نے زندگی کے حالات و واقعات اور تجربات کو سوانح حیات کی صورت میں محفوظ کرنے پر اصرار کیا کیوں کہ ان کے خیال میں ایسا منفرد تجربہ کسی اور کے پاس نہیں ہوسکتا تھا۔میری رائے ہے کہ عوامی زندگی پر اثر انداز ہونے والا ہر شخص اپنی سرگزشت تحریر کرے کیوں کہ وہ قوم کے لیے مستند تاریخ ثابت ہوسکتے ہیں۔

آزاد کشمیر/ پاکستان ہجرت کے بعد یہاں بھی نہ صرف سیاست، سیاسی قائدین، اعلیٰ سرکاری، سفارتی اور عسکری قیادت سے تعلقات قائم ہوئے بلکہ اعلیٰ ترین سرکاری عہدوں پر خدمات بھی انجام دیں۔ یہاں کی سیاسی، طبقاتی اور برادری زدہ سیاست کے نشیب و فراز کو قریب سے دیکھنے کے علاوہ فیصلہ سازوں اور فیصلہ سازی کا حصہ بننے کے مواقع بھی ملے۔ ہندوستانی مقبوضہ کشمیر میں مسلح عسکری تحریک کے بعد کشمیری نوجوانوں کی پاکستان آمد پر یہاں کی سیاسی اور سرکاری سطح پر پذیرائی، ان کی مقامی زندگی کا حصہ بننے کے بعد کشمیر کی تحریک اور آزاد کشمیر کی سیاست پر اثرات کو بہ نظر عمیق دیکھنے کا موقع ملا۔

مقبوضہ کشمیر سے ہجرت کے باوجود میرے وہاں کی برادری، سیاسی قیادت، بیوروکریسی سے تعلقات قائم رہے جب کہ میرے وہاں آنے جانے میں کوئی فرق نہیں آیا جس سے کشمیر کے دونوں حصوں کے لوگوں قیادت اور سیادت سے First hand تعلقات استوار رہے۔ کشمیر کے دونوں حصوں

میں حکومتوں کی تشکیل و شکست و ریخت، مرکزی جماعتوں اور حکومتوں کی مداخلت، مقامی جماعتوں اور با اثر لوگوں کا ان حکومتوں کے بننے اور ٹوٹنے میں کردار، کشمیر کے دونوں حصوں کی سیاسی، معاشی، اقتصادی، عوامی زندگی، سیاسی تاریخ اور تحریک کا موازنہ کر کے ان کو کشمیر کے دونوں حصوں کے لوگوں کے سامنے پیش کرنا میری قلبی خواہش تھی تا کہ لوگوں کو ایک دوسرے کو سمجھنے، اور اگر کبھی موقع آئے تو مستقبل کا فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔ ریاست جموں و کشمیر بلاشبہ تقسیم ہندوستان کا نامکمل ایجنڈا ہے جس کو بہر حال حل ہونا ہے۔ اس کی سمت اور ہیئت کیا ہوگی، اس کا فیصلہ آج کے معروضی حالات میں ہی ہونا ہے اس وقت کے تناظر میں نہیں جب یہ پیدا ہوا تھا۔اس حل کے لیے صرف کشمیریوں کو ہی نہیں خطے کے تمام ممالک بلکہ امریکہ اور یورپی یونین کا مطمئن ہونا بھی ضروری ہے، جن کے کشمیر کے اڑوس پڑوس کے ملکوں کے ساتھ اقتصادی، عسکری اور نظریاتی رفاقت اور رقابت کے ملے جلے تعلقات ہیں۔ان حالات میں کشمیر کا ممکنہ حل زمینی حقائق کی روشنی میں ہی ہوسکتا ہے۔ کشمیر کی مختلف اکائیوں کی اپنی ترجیحات، مفادات اور مقامی شناخت کے مسائل ہیں۔ میں نے اپنی دانست، علم، تجربے اور تجزیے کی بنیاد پر اپنی رائے کا اظہار کیا ہے، میری رائے سے یقیناً اختلاف تو کیا جاسکتا ہے مگر ان حقائق کو قطعاً نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

خودنوشت میں ترتیب سے ان علاقوں، لوگوں، واقعات اور حالت کا بھی احاطہ کیا گیا ہے جہاں میں رہا ہوں، جن سے واسطہ پڑا ہے۔ کشمیر کے دونوں حصوں میں جن رہنماؤں کے ساتھ میرے تعلقات رہے ہیں یا ملاقات اور کام کرنے کا موقع ملا ہے ان کے Mindset اور نظریات کو خصوصی طور قلمبند کیا ہے۔ ممکن ہے دوسرے لوگوں کی ان ہی لوگوں کے بارے میں کچھ مختلف رائے ہو لیکن ہر شخص کی سمجھ، ادراک اور فہم ایک جیسا نہیں ہوتا۔ میں نے دانستہ طور پر نہ تو کسی سے جانبداری کا مظاہرہ کیا ہے اور نہ ہی تعصب کا۔ جو میں نے ان کو کرتے اور کہتے ہوئے دیکھا اور سنا، دیانت داری سے صفحہ قرطاس پر لایا ہے۔ میرا ذاتی خیال ہے کہ تاریخی حقائق کو چھپانا یا ان میں ردوبدل کرنا تاریخ میں خیانت کرنے کے مترادف ہے۔ان کے بارے میں میری ذاتی معلومات ہیں، اس سے کسی کی تعریف، توصیف یا تضحیک قطعاً مراد نہیں ہے۔ اگر کسی کی دل شکنی ہو تو میں معذرت خواہ ہوں۔

کچھ واقعات، لوگوں یا قومی معاملات سے متعلق ہیں جن کے بارے میں نے اپنی

دانست، ادراک اور تجربے کی بنیاد پر رائے قائم کی ہے، نتیجہ اخذ کیا ہے یا تجویز پیش کی ہے۔ ضروری نہیں یہ درست ہو اور یقیناً اس سے اختلاف کیا جا سکتا ہے لیکن اس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ ممکن ہے اس کی روشنی میں کچھ اتفاق رائے پیدا کرنے کے لیے بنیاد فراہم ہو جائے۔ میں نے سیاسی، معاشی و معاشرتی معاملات کے بارے میں سوال اٹھائے ہیں، جن کو ہر کوئی محسوس کرتا ہے لیکن بولتا نہیں، ان کا جواب چاہتا ہے لیکن سوال نہیں کرتا۔ ان کا حل چاہتا ہے لیکن حل تجویز کرنے کی ہمت نہیں کرتا۔ جن کے مفادات کو ان سوالوں کے جواب اور مسائل کے حل سے نقصان پہنچنے کا خدشہ ہے، وہ چیخیں گے، چلّائیں گے، طعن و ملامت کریں گے۔ مجھے خوشی ہوگی کہ میں پیغام پہنچانے میں کامیاب ہو گیا۔

آزاد کشمیر ہجرت کے بعد میں نے کامیابی کی بہت سی منازل طے کیں۔ کیریئر کی ابتدا سیاسی ورکر کی حیثیت سے کرتے ہوئے حکومتی ایوانوں میں بطور ایڈووکیٹ جنرل داخل ہو کر مختلف مدارج طے کرتے ہوئے جج، چیف الیکشن کمشنر، وائس چانسلر آزاد کشمیر یونیورسٹی، چیف جسٹس کی حیثیت سے فرائض سرانجام دیئے۔ پاکستانی اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر کی حیثیت سے خدمات سرانجام دینے کے علاوہ محتسب اعلیٰ پاکستان کے ذیلی ادارے میں آزاد کشمیر میں بچوں کے حقوق فلاح و بہبود کے کمشنر کی حیثیت سے بھی کام کرنے کا موقع ملا ہے۔ علاوہ ازیں پاکستان کے مختلف تھنک ٹینکس کا حصہ بھی رہا۔ پاکستانی عدلیہ کے ساتھ بیرون ملک کئی کانفرنسز میں شرکت، یورپ، ایشیا، امریکہ، کینیڈا، جاپان، ایران، سری لنکا، مڈل ایسٹ، ترکی کا سفر اور سیر حاصل دورے بھی کیے۔ ان کا تجربہ بھی اس خود نوشت کا حصہ ہے۔ ان اسفار سے مجھے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا، جو میں قارئین سے شیئر کرنا اپنے لیے اعزاز کا باعث سمجھتا ہوں۔

بیرون ملک بسنے والے ریاستی باشندوں کی زندگی، ان کے سیاسی اور معاشی حالات، کشمیر کے مسئلے سے متعلق ان کا کردار، جن ملکوں میں وہ رہتے ہیں وہاں ان کا مقام، آزاد کشمیر کے رہنماؤں کی ان سادہ لوح لوگوں کی لوٹ کھسوٹ اور دیگر پہلو اس کتاب کا خصوصی حصہ ہیں۔ کشمیر میں عسکری تحریک کے نتیجے میں بے گھر ہونے والے مسلمانوں اور کشمیری ہندو پنڈتوں کی ہجرت یا انخلا کی وجوہات اور اس سے ان کی زندگی پر مرتب ہونے والے اثرات کا سیر حاصل احاطہ کیا گیا ہے۔ پاور بروکرز، حکمرانوں، سیاست دانوں، ایجنسیوں کے طریقہ واردات کو مجھے بہت قریب سے دیکھنے

اور سہنے کا موقع ملا ان واقعات کو قوم کی نذر کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں جس کو دیانت داری سے کیا ہے۔

آزاد کشمیر کوئی قومی یا تاریخی ریاست نہیں بلکہ ریاست جموں و کشمیر کی شکست و ریخت کی وجہ سے پیدا ہونے والے ایک ٹوٹے پھوٹے بے جوڑ جغرافیائی خطے نے اس کو ایک سیاسی حقیقت بنا دیا ہے جس کی اس وقت کشمیر کے مسئلہ کی وجہ سے اتنی ہی اہمیت ہے جتنی فلسطین، سائپرس یا ہندوستانی مقبوضہ کشمیر کی ہے حالاں کہ اس کا جغرافیہ ان کے آٹھویں حصے کے برابر بھی نہیں ہے لیکن کشمیر یا ہندوستان اور پاکستان کی تاریخ لکھنے والوں کے لیے اس کا نظر انداز کرنا ممکن نہیں ہے۔ اس کی اندرونی حالت اور کیفیت کیسی رہی ہے یا ہے؟ اس کا اندازہ زیر نظر کتاب پڑھنے سے ہی لگایا جا سکتا ہے۔ لفظ آزاد کشمیر ایک ایسا جاذب نظر نام ہے جس کی اندورنی حالت نہ جاننے والے جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس کا پاکستان کے اندر اور اس کا اپنا کیا مقام ہے؟ ہونا چاہیے، وہ اس خود نوشت کو پڑھنے سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ یہ جو کچھ نظر آتا ہے یا بتایا جاتا ہے کیا ایسا ہے بھی، یہ بھی ایک معمہ ہے، اس کے رہنماؤں کے اس کے بارے میں اور ریاست کے دونوں حصوں کے رہنماؤں کے کشمیر کے مسئلے کے بارے میں کیا نیت اور کیا ارادے ہیں؟ اس پر بھی سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔

ہندوستان اور پاکستان کے درمیان 1965 اور 1971 کی جنگ کو میں نے ہندوستانی مقبوضہ کشمیر میں رہتے ہوئے اور کارگل کی 1999 کی مہم جوئی کو آزاد کشمیر میں رہتے ہوئے دیکھا اور سہا ہے۔ اس وقت کے حالات، لوگوں کے ان جنگوں کے بارے میں جذبات اور ان کے مابعد اثرات کا احاطہ بھی دلچسپی کا باعث ہوگا۔ 1989 کے کشمیر کے انتفادہ یا عسکری تحریک اور اس میں ہونے والی تبدیلیاں میں نے کشمیر کے دونوں حصوں میں خود دیکھیں، محسوس کیں اور ان میں اپنا حصہ ڈالا ہے۔ اس کی وجوہات اور انجام پر بھی احاطہ تحریر کیا ہے۔

کشمیر کے تاریخی پس منظر، طلسماتی حُسن، غاصب بادشاہوں کے جور و جبر اور جغرافیائی حقائق کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے، لیکن تقسیم کے بعد ریاست کے دو حصوں کے بارے میں سب لوگ وہ کچھ نہیں جانتے، جو اس کتاب میں ملے گا۔

یہ خود نوشت محض خود نوشت نہیں بلکہ ایک لحاظ سے کشمیر کے دونوں حصوں میں ہونے والے واقعات کے ایک چشم دید گواہ کا بیان بھی ہے۔ میں نے صرف ان واقعات کا ذکر کیا ہے جن کو میں نے

ذاتی طور پر ہوتے دیکھا ہے۔ کشمیریات کے طالب علم کے لیے اس میں کشمیر کے دونوں حصوں کی تاریخ، لوگوں کے مزاج، سیاست، طرزِ حکمرانی وغیرہ کو سمجھنے کے لیے کافی مواد موجود ہے۔

اس خود نوشت کو میں نے اپنے قلم سے لکھا جسے ابتداً سپریم کورٹ میں میرے پرائیویٹ سیکریٹری احتشام ملک نے کمپوز کرنے کا سلسلہ شروع کیا مگر پھر یہ سلسلہ ٹوٹ گیا۔ دو سال کے عرصہ کے بعد مسٹر شوکت حسین سلہریا جو آزاد کشمیر یونیورسٹی کے شعبہ کمپیوٹر سے وابستہ ہیں، نے اس کی ذمہ داری قبول کی، جس کے ساتھ میرا بیٹا ساجد منظور بھی ہمہ تن مصروف رہا۔ انہوں نے نہ صرف مکمل مسودہ ٹائپ کیا بلکہ تصحیح اور اضافے کی غرض سے انہیں بار بار ٹائپنگ کی مشق کرنی پڑی۔ اگر ان دونوں لوگوں نے یہ مشکل کام نہ سنبھالا ہوتا تو یقیناً یہ میرے بس کی بات نہیں تھی۔ میں ان کا شکر گزار ہوں۔ میں آزاد کشمیر کے ممتاز صحافی مرحوم بشیر حسین جعفری، غلام اللہ کیانی صاحب کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے نامکمل مسودے کی نظر ثانی کے بعد ایک بار ریڈنگ کر کے عمدہ مشوروں سے نوازا۔

میں خصوصی طور پر ہونہار کالج لیکچرار محترمہ رابعہ حسن اور پروفیسر فرہاد احمد فگار کا شکر گزار ہوں جنہوں نے یکے بعد دیگرے پورا مسودہ پڑھا، اس کی ایڈیٹنگ کی، گرائمر اور املا کی غلطیاں درست کیں اور اس کتاب کی تکمیل کے ادبی پہلوؤں میں خوش نما اضافہ کیا ہے۔ اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی علمی اور ادبی صلاحیتوں کو اور نکھار دے۔

میری بیٹیوں فہمیدہ، نویدہ، اہلیہ نسیمہ، بیٹے خالد اور راشد کے علاوہ نواسے محمد علی نے وقتاً فوقتاً مجھے بھولے بسرے واقعات یاد دلائے جن کے اضافے کے بغیر کتاب نامکمل رہتی۔ کتاب میں شامل اکثر تصاویر انہوں نے ہی مہیا کیں جو زلزلے میں تتر بتر ہو گئی تھیں۔

اس خود نوشت کا نام ''میزانِ زیست'' رکھنے کی تجویز میرے پیشہ وارانہ پس منظر میں میرے استاد اور کشمیری لیڈر پروفیسر عبدالغنی بٹ نے دی۔ میں یہ خوبصورت نام تجویز کرنے پر ان کا شکر گزار ہوں۔

میں اس کتاب کو شائع کرنے پر فرخ سہیل گوئندی صاحب کا شکر گزار ہوں جنہوں نے حتمی ایڈیٹنگ کے سارے مراحل طے کر کے اس کو قوم کے سامنے پیش کرنا ممکن بنایا۔

اس پیشکش میں ہر قسم کی کوتاہی کی ملامت کا میں ذمہ دار ہوں اور اگر اس سے کوئی خدمت

ہوئی ہے تو اس کی کامیابی کا سہرا ان تمام لوگوں کے سر ہے جنہوں نے اس کی ترتیب اور تکمیل ممکن بنائی۔ چند واقعات کا اکثر جگہ تکرار ہے جس کے لیے میں معذرت خواہ ہوں لیکن اس کے بغیر تحریر کا آگے بڑھنا ناممکن نہیں تھا۔ اسی طرح کچھ واقعات یا خیالات کا اظہار ملفوف الفاظ کی بجائے براہ راست فطری انداز میں کیا ہے۔ جو بظاہر تلخ اور غیر مقبول لگیں، لیکن ان کی ادائیگی کا مقصد بے ادبی یا توہین نہیں، بلکہ یہ میرے اندازِ بیان کی کم مائیگی سمجھی جائے۔

نہ تو میں اہل زبان نہ ہی ادیب ہوں، اس لیے مجھے اپنی کم مائیگی کا احساس ہے، امید ہے اس حوالہ سے غلطیاں درگزر فرمائی جائیں گی۔ میں نے معروف اور متحمل انگریزی الفاظ کو اردو ترجمہ میں نہیں بدلا کیونکہ زبان زد عام انگریزی الفاظ سے اردو کے ذخیرہ الفاظ میں اضافہ ہوگا۔ ہر زبان ہر وقت ارتقائی مراحل سے گزر رہی ہوتی ہے، اس لیے اس میں دیگر زبانوں کے مستعمل الفاظ شامل کرنا ہر وقت ضروری ہوتا ہے۔

آخر میں میں یہی کہوں گا کہ زندگی بذاتِ خود ایک خواب ہے۔ اور اس کی گود میں ہر فرد خوابوں کا ایک جہان لیے آنکھ کھولتا ہے۔ خواب دیکھنا انسان کی سرشت میں شامل ہے۔ خواب دیکھنے والے بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو راستے میں آنے والی رکاوٹوں کے باوجود خواب کے تعاقب میں اس وقت تک چلتے ہیں جب تک کہ اس کی تعبیر نہ پا لیں۔ اور دوسرے وہ جو خوابوں کے تعاقب میں چلتے تو ہیں مگر دو چار قدم پر تھک ہار کر بیٹھ جاتے ہیں۔ ''میزانِ زیست'' بھی دراصل خوابوں کی تعبیر کی مسلسل جستجو کا ایک سفر ہے۔ اب اس سفر میں ''میزانِ زیست'' کے سود و زیاں میں سے کون سا پلڑا بھاری ہے، اس کا فیصلہ تو آپ ہی کریں گے۔

؎ منتظر ہوں تو فقط ان کی پذیرائی کا

جسٹس (ر) سید منظور حسین گیلانی

مظفر آباد